مدینے کا اسلام

غلام احمد خلیل
ایم اے، ایل ایل بی

ناشر
ادارہ تحقیقِ اسلامی

مدینے کا اسلام

مصنف

غلام احمد خلیل

ایم اے، ایل ایل بی

ناشر

ادارہ تحقیقِ اسلامی

نام کتاب: مدینے کا اسلام

تصنیف: غلام احمد خلیل (ایم اے، ایل ایل بی)

پروف ریڈنگ: محمد شاہد قادری 0333-4517583

سن اشاعت: بارِ اول: 2008 عیسوی، 1429 ھجری

بارِ دوم: 2011 عیسوی، 1432 ھجری

مطبع: احسن ذکاء پرنٹرز سٹی ٹاور رائل پارک لاہور

ہدیہ: 20 روپے

ناشر: ادارہ تحقیقِ اسلامی

ملنے کا پتہ

جامعہ المرکز الاسلامی والٹن لاہور 042-6665682

انتساب

حق کے متلاشیوں کے نام------

تیسری یا چوتھی محفل میں جب فیصل اور ہمایوں نہ آئے تو میرا ماتھا ٹھنکا کہ ضرور کوئی گڑ بڑ ہے۔ایسے نوجوان جو کئی سالوں سے ہماری ہر ماہانہ محفل میں نہ صرف شریک ہوتے تھے بلکہ انتظام وانصرام میں بھی تعاون کرتے تھے۔ان کا مسلسل چار محافل میں نہ آنا میرے لئے باعثِ تشویش تھا کیونکہ ان دونوں کے گھرانے مذہبی روایات کے امین تھے۔وہ بچپن سے درود وسلام کے نغمے سنتے آرہے تھے۔ان کے گھر کا ماحول بہارِ نعتِ رسول ﷺ سے مہکتا رہتا تھا۔ذکر وفکر اور گیارہویں وبارہویں کی محافل منعقد کرنا ان کے گھروں کا پرانا وطیرہ تھا۔خوشی اور غم میں ذکرِ رسول ﷺ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے بقول علامہ اقبال۔

یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ!!!!

لیکن ان دونوں دوستوں کی ہمارے گھر منعقد محفل میں مسلسل غیر حاضری نے مجھے پریشان کر دیا۔میں نے انہیں بلا بھیجا۔وہ دونوں تابع فرمان بیٹوں کی طرح حاضر ہو گئے۔میں نے رات منعقد ہونے والی محفل میں نہ آنے کا سبب پوچھا تو وہ چپ رہے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔وہ کافی دیر میرے سامنے خاموش بیٹھے رہے۔میں نے اپنا سوال دہرایا کہ آپ مسلسل چار محافل میں غیر حاضر رہے ہیں، کیا وجہ ہے؟

وہ مسلسل ایک دوسرے کی طرف دیکھے جا رہے تھے اور خاموش تھے۔آخر کار میں گویا ہوا۔"اب آپ سیکنڈ ائیر میں ہیں، باشعور اور سمجھدار ہیں۔اگر کوئی بات ہے تو آپ ہمارے ساتھ ڈسکس (Discuss) کر سکتے ہیں۔"

میرا اتنا کہنے سے انہیں حوصلہ ملا اور فیصل نے خاموش تالاب میں گفتگو کا پتھر پھینکا۔

سر! ہمارے اسلامیات کے پروفیسر کہتے ہیں کہ:

☆ کسی بندے کو غوث اعظم نہیں کہنا چاہئے۔غوث اعظم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا

ہے۔

وہ اتنا کہہ کر پھر چپ ہو گیا اور ہمایوں کی طرف دیکھنے لگا۔میں نے تھپکاتے ہوئے حوصلہ دیا۔

"اور کیا کہا پروفیسر صاحب نے، کھل کر بتاؤ"

میں نے پوچھا۔

اسے مزید جرأت ہوئی اور تفصیل بتانے لگا۔

سر! وہ کہتے ہیں کہ:

☆ کسی بندے کو "داتا" نہیں کہنا چاہیے۔

☆ درباروں پر نہیں جانا چاہئے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو مددگار نہیں سمجھنا چاہئے۔یہ سب شرکیہ کام ہیں۔

کیا آپ اس وجہ سے محفل میں نہیں آئے؟ میں نے پوچھا۔

انھوں نے جواب دینے کی بجائے "ہاں" میں سر ہلا دیا۔وہ سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔شاید انہیں پرانے تعلقات کا احساس تھا۔

لیکن میں نے انہیں کھل کر بات کرنے کو کہا چنانچہ انہوں نے کالج کی دیگر سرگرمیوں سے پردہ اٹھایا۔کالج کیا ہیں؟ نئی نسل کے اخلاق واطوار بگاڑنے کی فیکٹریاں ہیں۔لیکچررز کی اکثریت کسی نہ کسی تنظیم کی آلہ کار بن کر اس کے مشن کی ترویج کر رہی ہے۔طلباء کی تعلیم وتربیت کے فرض کی ادائیگی کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے اور جماعت وتنظیم کے نظریات وعقاید کی تبلیغ اولیت اختیار کر گئی ہے۔چند لوگ جو اپنے فرض سے مخلص ہیں، اکثریت نے ان کا جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔بقول اکبر الہ آبادی۔

یوں قتل سے بچوں کے بدنام نہ ہوتا
افسوس کے فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

فیصل اور ہمایوں نے میری توقع کے مطابق ہی کہانی سنائی تھی۔مجھے بھی اپنی تعلیمی زندگی

میں اس کا تلخ تجربہ ہوا تھا۔ میرے سامنے بھی ویسے ہی حالات تھے جو ان کو پیش آ رہے تھے۔لیکن علماء وصالحین کی صحبت، گھر کے ماحول اور بزرگوں کی دعاؤں نے مجھے محفوظ رکھا۔شاید ہر کسی کو یہ نعمت میسر نہ ہو۔

میں نے دونوں نوجوانوں کو بتایا کہ آج میں انہیں ہلکے پھلکے انداز میں یہ سب کچھ سمجھا دیتا ہوں ۔ ایسا انداز جس میں کسی حوالے کی ضرورت نہ ہو۔ ہر بات اظہر من الشمس ہو اور ہر بندہ مانتا ہو۔اُن پر اس انداز سے ہر بات واضح ہو جائے گی۔ حق اور سچ کھل کر سامنے آ جائے گا۔

وہ دونوں متنبہ ہوئے اور متوجہ ہو کر بیٹھ گئے ۔ میں نے کہا۔آؤ! چودہ سو سال پہلے والے مدینہ منورہ چلتے ہیں۔ جہاں سید المرسلین ﷺ اپنے غلاموں کے اندر بجسمہ موجود ہیں۔

جب حسن تھا ان کا جلوہ نما دربار کا عالم کیا ہوگا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے دیدار کا عالم کیا ہوگا!!

میں نے ان سے سوال کیا۔

☆ ہر خوبی اور صفت کا اصل مالک اور حامل کون ہے؟

انہوں نے کہا۔اللہ تعالیٰ

☆ کوئی خوبی اور صفت اپنے کمال اور اعلیٰ ترین درجے میں کس کے ہاں پائی جاتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے ہاں۔انہوں نے جواب دیا۔

☆ کیا سچائی اور سچ کی تصدیق کرنا ایک صفت ہے کہ نہیں؟

ہاں۔وہ بولے۔

☆ سب سے بڑا سچ کی تصدیق کرنے والا اصل میں کون ہوگا؟

انہوں نے کہا۔اللہ تعالیٰ

☆ اب میں نے کہا کہ یہاں رک جایئے اور غور کیجئے کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کیا لقب عطا کیا تھا؟۔

صدیقِ اکبر۔وہ بیک زبان بولے۔

☆ اس کا کیا معنیٰ ہے؟ میں نے پوچھا۔وہ حیرانی سے چپ رہے۔

میں نے بتایا کہ اس کا معنیٰ ہے ”سب سے بڑا سچ کی تصدیق کرنے والا“

یہ لقب کسی مولوی یا عقیدت مند نے نہیں دیا بلکہ خود شارعِ اسلام، امام الانبیاء ،حضور رحمت اللعالمین ﷺ نے عطا فرمایا ہے۔

فیصل اور ہمایوں کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔وہ حیرت واستعجاب کا مجسمہ بن گئے۔

میں نے مزید کہا کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کے لئے Adjective کی Superlative Degree ”اکبر“(The greatest) استعمال کی جاتی ہے یعنی ”اللہ اکبر“ (اللہ سب سے بڑا ہے) دوسری طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ”صدیقِ اکبر“ (سب سے بڑا سچ کی تصدیق کرنے والا) کہتے ہیں۔شرک کا خاتمہ خود نبی اکرم ﷺ نے کر دیا ہے۔

فیصل اور ہمایوں میرے استدلال پر ابھی حیرانی سے غور وخوض کر رہے تھے کہ میں نے ایک اور سوال کیا۔

☆ سچ اور جھوٹ میں فرق کرنا ایک صفت اور خوبی ہے کہ نہیں؟

ہاں۔ دونوں نے جواب دیا۔

☆ اور یہ خوبی اپنے کمال اور عظمت کی انتہاؤں کے ساتھ کس کے ہاں پائی جاتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے ہاں۔انہوں نے کہا۔

☆ تو پھر آپ بتائیں کہ سید المرسلین ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا لقب عطا کیا تھا؟

فاروقِ اعظم۔ وہ دونوں گویا ہوئے۔

☆ اس کا معنیٰ کیا ہے؟ میں نے سوال کیا۔

اب وہ دونوں اس سوال کے متعلق ذہنی طور پر تیار تھے۔

سب سے بڑا سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والا۔ انھوں نے کہا۔

☆ حقیقی طور پر فاروقِ اعظم کون ہو سکتا ہے؟

وہ فوراً بولے۔ اصل اور حقیقی فاروقِ اعظم تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

☆ تو پھر یہ لقب نبیِ اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں عطا کیا ہے؟

کیا حضور ﷺ ''شرکیہ القابات'' عطا کرتے تھے؟ (العیاذ باللہ)

دونوں نوجوان ششدر رہ گئے اور تشکر و حیرانی کے ملے جلے احساس سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

وہ کوئی عالم تو تھے نہیں کہ ان کے سامنے میں قرآنی آیات اور احادیث کی روایات بیان کرتا۔ پھر انہیں کوئی اور شخص روایات کی صحت و ضعف کی مشکل بحث میں الجھا دیتا۔ میں نے ایسے دلائل کا انتخاب کیا جنہیں تمام مسالک تسلیم کرتے ہیں اور ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اسماءِ گرامی انہی القابات کے ساتھ اپنی کتب میں لکھتے اور تقاریر میں بیان کرتے ہیں۔

وہ پھر گویا ہوئے۔ سر! یہ سب کیا ہے؟

ہمیں سمجھ نہیں آ رہی۔ ہمارے پروفیسر نے غوث اعظم کہنے کو شرک کیوں کہا ہے؟

میں نے وضاحت کی۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ کے پروفیسر صاحب اور اس قبیلے کے دیگر افراد ہر بات میں اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کی سوچ لیتے ہیں جس سے معاملہ خراب ہوتا ہے اور شرک کا غلط تصور جنم لیتا ہے۔

''صدیقِ اکبر'' اور ''فاروقِ اعظم'' کی مثالوں پر غور کرو تو واضح ہوگا کہ موازنہ و مقابلہ

صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ سے۔

ہر صحابی ''صدیق'' ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیقِ اکبر ہیں۔ اسی طرح تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی ذات میں ''فاروق'' ہیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروقِ اعظم ہیں۔ اسی مثال کے مطابق غوث، ولایت کے مقامات میں سے ایک مقام کا اصطلاحی نام ہے۔ ولی، اوتاد، ابدال، قطب اور غوث کی درجہ بندی تصوف کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ایک وقت میں کئی اوتاد، کئی قطب اور کئی غوث ہوتے ہیں۔ غوث تو اور بھی تاریخِ اسلام میں بیان ہوئے ہیں لیکن حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غوثِ اعظم ہیں۔

دونوں نوجوانوں کے چہروں پر مسرت و بشاشت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ شکوک وشبہات کے وہ دبیز حجابات جو پروفیسر مذکور کی گفتگو سے پیدا ہوئے تھے چھٹتے جا رہے تھے۔ نوجوان ایک گونہ تسکین محسوس کر رہے تھے۔ جیسے کوئی انسان کسی پہاڑ سے گرتے گرتے بچ جائے تو اُس کے چہرے پر فرحت و انبساط کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ وہ راہِ راست سے بھٹکتے بھٹکتے بچے تھے اور اس مسرت کا ثبوت ان کے چہروں سے عیاں تھا۔ اب زمین ہموار ہو چکی تھی۔ دونوں نوجوانوں کا تجسس دیدنی تھا۔ وہ بہت کچھ سننا چاہتے تھے۔ وہ تشکیک کی پُرخطر وادی سے نکل کر تیقُّن کے چمنستان میں بسیرا کرنا چاہتے تھے۔ وہ میرے ساتھ ان تمام باتوں کو کھل کر ڈسکس (Discuss) کرنا چاہتے تھے جو اُن کے پروفیسر صاحب گاہے بگاہے کلاس روم میں دہراتے رہتے تھے۔

ان کا شوقِ سماعت میرے لئے نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔ ان لمحات سے مجھے جو اطمینان نصیب ہو رہا تھا، اس پر دولت و ثروت کے انبار لٹائے جا سکتے تھے۔ میرے اندر کا احساس تو مجھے ہمہ وقت ان لمحات کا متلاشی رکھتا ہے۔ میں نے سلسلۂ کلام آگے بڑھاتے ہوئے مزید کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عطا کیے جانے والے لقب پر بھی غور کرو!

بتاؤ تو بھلا کیا ہے؟

نوجوانوں کی حسِ تحقیق اب تیز ترین ہو چکی تھی۔

فوراً بولے۔ ''غنی''

''غنی'' کا معنیٰ کیا ہے؟ میں نے پوچھا۔

دونوں چپ رہے۔

''غنی'' کا معنیٰ ہے۔سخی، بے پرواہ، جس کو کسی کی حاجت نہ ہو۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ گرامی میں سے ایک اسم ہے۔

قرآنِ پاک میں ہے: وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ O (پ۲۱س لقمن آیت ۱۲)

ترجمہ: ''اور جو ناشکری کرے بے شک اللہ بے پرواہ اور تعریف کے لائق ہے۔''

نوجوانوں کے چہرے مزید کھل اٹھے۔

میں نے وضاحت کی کہ ''داتا'' تو ہندی کا لفظ ہے۔اس کے معنیٰ میں وہ مذہبی پس منظر نہیں ہے جو لفظ ''غنی'' کے اندر ہے۔لیکن یہ لقب خود سید المرسلین ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عطا کیا اور ہمارے آقا ﷺ کی اس عطا سے شرک کے تمام خطرات کا خاتمہ ہو گیا۔

خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی خود شرک کے خدشات کا خاتمہ کرتا ہے کیونکہ ''علی'' اللہ تعالیٰ کے ان اسماء گرامی میں سے ہے جو قرآنِ پاک میں بیان ہوئے ہیں اگر یہ شرک ہوتا تو سید المرسلین ﷺ اس نام کو تبدیل کر دیتے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش خود حضور اکرم ﷺ نے کی ہے جب حضور ﷺ نے 40 سال کی عمر میں اعلانِ نبوت فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت 7 سال تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اگر اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام کسی بندے کے لئے بولنا شرک ہوتا تو سید المرسلین ﷺ لازماً تبدیل فرماتے کیونکہ آیت الکرسی کے آخری الفاظ ہیں۔

وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ O (پ۳س بقرہ ۲۵۵)

ترجمہ: اور وہ بلند مرتبہ عظمت والا ہے۔

چاروں خلفاء راشدین کے القابات اور نام نبیِ اکرم ﷺ نے عطا فرمائے ہیں جو شرک کی

جڑیں کاٹنے کے لئے تشریف لائے ہیں اور تبلیغ اسلام کا مرکز و محور ہی توحید کا اثبات اور شرک کا خاتمہ ہے۔

لیکن صاف پتہ چل رہا ہے کہ پروفیسر مذکور اور اس سوچ کے حامل دیگر افراد جن کاموں اور ناموں کو شرکیہ سمجھتے ہیں وہ اسلام کا ورثہ ہیں اور شرک نہیں ہیں۔ان کی سوچ کی کجی نہ جانے کتنے لوگوں کو سیدھے راستے سے بھٹکا کر گمراہی و ضلالت کے گھپ اندھیروں میں دھکیل چکی ہے۔تعظیم و محبت کے کاموں کو شرک و بدعت کا نام دے کر امتِ مسلمہ کا رشتہ عقیدت و محبت سے توڑا جا رہا ہے۔

یہاں پر اپنی گفتگو کو چند ایک منقول دلائل سے مزید مضبوط بنانا چاہتا ہوں۔

میں نے نوجوانوں سے سوال کیا۔

☆ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو رب تسلیم کرتے ہیں یا کہہ سکتے ہیں؟

دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔

مجھے اسی جواب کی توقع تھی۔

لیکن قرآنِ پاک میں انسانوں کو لفظ ''رب'' سے پکارا گیا ہے۔

☆ والدین کے لئے دعا کی تعلیم دیتے ہوئے قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِیْ صَغِیْرًا O (پ۱۵س بنی اسرائیل آیت ۲۴)

ترجمہ: ''آپ کہیں اے رب ان دونوں پر رحم فرما جس طرح یہ بچپن میں میرے رب بنے رہے ہیں (یعنی انہوں نے مجھے پالا)

☆ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیزِ مصر کی بیوی نے پھسلانے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْ اَحْسَنَ مَثْوَایَ (پ۱۲س یوسف آیت ۲۳)

ترجمہ: ''اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی پناہ وہ عزیزِ مصر تو میرا رب یعنی پرورش کرنے والا ہے اور اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔''

☆ حضرت یوسف علیہ السلام سے جب جیل میں دونو جوانوں نے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا۔

يَصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّا اَحَدُ كُمَا فَيَسْقِىْ رَبَّهٗ خَمْرًاO (پ۱۲س یوسف آیت ۴۱)

ترجمہ: ''اے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک اپنے رب (بادشاہ) کو شراب پلاتا رہے گا۔''

نوجوانوں کی حیرت اب دوچند ہو چکی تھی اور تسلیم و رضا کی خنک لکیریں ان کے چہروں پر دیکھی جاسکتی تھیں۔

سر! حقیقت کیا ہے؟ ہمارے پروفیسر صاحب اتنے سخت کیوں ہیں؟ فیصل نے سوال کیا۔

میں نے وضاحت کی کہ اصل پرابلم یہ ہے کہ پروفیسر صاحب اور اس سوچ کے حامل افراد ''حقیقت اور مجاز'' کا فرق نہیں سمجھتے۔

اوپر دی گئی آیات میں والدین اور بادشاہ کے لئے لفظِ ''رب'' مجازی طور پر استعمال ہوا ہے۔ حقیقی ''رب'' صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

اس کی ایک سادہ سی مثال اور ملاحظہ فرمائیں۔ قرآنِ پاک میں ہے۔

اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌO (پ۹س اعراف آیت ۲۰۰)

''بے شک وہ سننے والا اور علم والا ہے۔''

ذرا غور کریں اور بتائیں:

☆ اللہ تعالیٰ کے دو اسماء گرامی ''سمیع وعلیم'' جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں، کسی بندے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں؟ انسان بھی سننے والا اور کچھ علم والا ہے۔

جی ہاں! دونوں بول پڑے۔

بس اسی مثال کو مدنظر رکھئے کہ

☆ اللہ تعالیٰ حقیقی طور پر سمیع وعلیم ہے اور بندہ مجازی طور پر۔

☆ اللہ تعالیٰ ذاتی حیثیت سے سمیع وعلیم ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی طاقت سے سمیع وعلیم ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کے ذاتی اسماء ''اللہ و رحمٰن'' کے علاوہ تمام صفاتی نام مجازی طور بندے کے لئے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

اس موضوع پر مزید تفصیل پڑھنے کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔

☆ توحید وشرک (علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ) ضیاء القرآن گنج بخش مارکیٹ لاہور

☆ گلشنِ توحید و رسالت (علامہ محمد اشرف سیالوی) ضیاء القرآن گنج بخش مارکیٹ لاہور

☆ شرک کی حقیقت (مناظرِ اسلام پروفیسر سعید اسعد) پرنسپل جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

☆ توحید وشرک کا قرآنی تصور (پروفیسر احمد رضا خاں) تحریک مطالعہ قرآن جامع مرکز الاسلامی والٹن لاہور

فیصل اور ہمایوں کافی تھک چکے تھے لیکن ان کا شوقِ تجسس انہیں مزید سوالات پوچھنے پر مجبور کر رہا تھا۔

ہمایوں نے سوال کیا۔

یہ مسئلہ تو ہمیں سمجھ آگیا، لیکن کیا درباروں کا تصور اسلام میں ہے؟

کیوں نہیں۔

☆ میں پھر آپ کو مدینہ طیبہ لئے چلتا ہوں سید المرسلین ﷺ جب دنیا سے پردہ فرماتے ہیں تو ان کی قبرِ انور کہاں بنائی گئی؟

وہ دونوں خاموش رہے۔

مسجدِ نبوی کے ساتھ متصل۔ قبرستان میں نہیں۔ میں نے جواب دیا۔

اور یہ نکتہ بھی پیشِ نظر رہے کہ حضور ﷺ کی قبرِ انور پہلے دن ہی ایک کمرے کے اندر بنی۔ گویا کمرے کی چھت نے گنبد کی جگہ لی۔ بعد میں Straight (ہموار) چھت کی جگہ گنبد بنایا جانے لگا تا کہ دور سے پتہ چل جائے کہ یہاں کوئی اللہ والا مدفون ہے۔

وہ تو نبی ﷺ ہیں یہ ان کے لئے خاص ہے۔ فیصل بول پڑا۔

میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ نبی ﷺ کا یہ خاصہ ہے کہ جہاں وہ پردہ فرمائیں وہیں ان کی قبر بنتی ہے۔ لیکن یہ بات تو ہمارے مؤقف کو اور مضبوط بناتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا اور ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ کی قبرِ انور قبرستان سے الگ بنے تاکہ امتیاز رہے۔

یہاں پر پھر رک جایئے اور غور کیجئے کہ نبیِ اکرم ﷺ کے علاوہ بھی تو وہاں دو قبریں ہیں۔ ذرا بتاؤ تو کن کی ہیں؟

فیصل اور ہمایوں مسکراتے ہوئے بولے۔

حضرت ابوبکر صدیقِ اکبر اور حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما۔

دونوں پر حقیقت واضح ہو چکی تھی اور نے وضاحتاً عرض کیا دونوں خلفاء کی قبریں ہزاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں وہاں بنی ہیں۔ کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ وہاں حاضری کے لئے تمام مسالک متفق ہیں کہ روضہ پاک پر حاضری کے وقت پڑھا جائے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَبَا بَکْرِ ِالصِّدِّیْقُ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابُ

سعودیہ کے ٹی وی ''مباشر'' پر آج بھی مسجدِ نبوی کے منظر میں دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

دونوں نوجوان پُرسکون انداز میں موجود رہے۔ چائے نوشی کے دوران ہی ہمایوں بول پڑا۔

☆ سر! آج ہمارے ہاں جو درباروں پر جا کر مدد مانگتے ہیں اس کا کیا ثبوت ہے؟ اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بندے کو مددگار مان کر شرک نہیں کر رہے؟

ہم پھر مدینہ منورہ چلتے ہیں۔ میں نے کہا۔

☆ مجھے بتاؤ کہ مہاجر کسے کہتے ہیں؟

دونوں بولے ہجرت کرنے والا۔

☆ مہاجر کا متضاد (الٹ) کیا ہوگا؟

دونوں چپ رہے۔

اس کا متضاد ہے۔ ''مقیم'' قیام کرنے والا۔ ٹھہرنے والا Local - Migrates

لیکن قرآنِ پاک ''مہاجرین'' کے ساتھ جنہیں متضاد بیان کر رہا ہے۔ ذرا غور کریں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ الخ (پ ۱۱ س توبہ آیت ۱۰۰)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے سبقت کی ایمان لانے میں، مہاجرین میں اور انصار میں سے اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں الخ''

☆ یہاں انصار کا معنیٰ کیا ہے؟ دونوں چپ رہے۔

''انصار'' ناصر کی جمع ہے اور اس کا معنیٰ مددگار ہے ایک طبقہ مہاجر ہے اور دوسرا ان کی مدد کرنے والا ہے۔

قرآنِ پاک اس کو مزید واضح کرتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا الخ (پ ۱۰ س انفال آیت ۷۴)

ترجمہ: ''اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑائیاں لڑتے رہے اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مومن ہیں۔''

اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء اور مومنین کو مددگار قرار دیتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ

الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ O (پ ۶ س المائدہ آیت ۵۵)

ترجمہ: ''تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کیا کرتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ O

(پ ۶ س المائدہ آیت ۵۶)

ترجمہ: ''اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنالیا اللہ کو اور اس کے رسولِ کریم ﷺ کو اور ایمان والوں کو تو وہ اللہ کے گروہ سے ہیں بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے۔''

ان آیات کا مطلب جاننے کے لئے پھر آپ کو حقیقت ومجاز کی اصطلاحوں پر غور کرنا پڑے گا۔ حقیقی مددگار صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے بندہ بندے کا مددگار ہے۔ لوگوں سے مدد وتعاون لے کر بھی یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اصل اور حقیقی مدد اللہ تعالیٰ کی ہے اگر وہ شاملِ حال نہ ہوتی تو کوئی بندہ بھی مدد نہ کرتا "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" "ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں" کا بھی یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب ہے اور یہ دنیا اسباب کا گھر ہے۔ ہر سبب کو اللہ تعالیٰ کی مدد سمجھنا چاہئے شرک تبھی ہوگا جب آپ کسی بندے کو حقیقی اور ذاتی طور پر مددگار سمجھیں گے اور کسی گولی یا ٹیکے کو شفاء دینے والا مانتے ہوئے آپ کہتے رہیں۔

''ڈاکٹر صاحب ٹیکے نے بخار اتار دیا ہے۔''

''گولی نے سر درد دور کر دیا ہے۔''

یہ شرک نہیں ہوگا کیونکہ آپ کے دل کے اندر یہ پختہ عقیدہ موجود ہے کہ حقیقتاً اور مستقلاً شفاء دینے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

ہماری گفتگو طوالت کا شکار ہو رہی تھی۔ اگرچہ میں ثقالت اور مشکل سے بچنے کی ازحد کوشش کر رہا تھا لیکن بعض مقامات پر علامتی اصطلاحات کا مطلب سمجھائے بغیر

بات واضح نہیں ہو سکتی تھی۔

سر! درباروں پر جا کر مانگنا تو ثابت نہ ہوا۔

فیصل اور ہمایوں بیک وقت بول پڑے۔

اس کو بھی آپ عقلی طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

میں نے وضاحت کی۔

میرا آپ سے سوال ہے کہ اگر آپ کو ملتان کسی دفتر میں کوئی کام ہے۔ آپ وہاں کے ایم۔ این۔ اے، ایم۔ پی۔ اے یا ناظم سے سفارش کراتے ہیں تو اس میں کوئی شرک تو نہیں؟

اس میں تو کوئی شرک نہیں۔ دونوں بولے۔

یہ اپنے اپنے تعلق کی بات ہے۔ کوئی دنیاوی ایم۔ این۔ ایز سے سفارش کراتا ہے اور کوئی روحانی ایم۔ این۔ اے حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہو کر عرض کر دیتا ہے کہ آپ کی نگری میں آئے ہیں اور فلاں دفتر والے میری بات نہیں سن رہے۔ ذرا کام کرا دیجئے۔

درباروں والے مردہ ہیں اور مردہ سے مدد کیسی؟

دونوں پھر بول پڑے۔

مجھے اسی جواب کی توقع تھی۔ میں نے کہا۔

جب انسان غور وخوض کا دامن چھوڑ دے تو ایسی پھلجڑیاں ہی چھوڑتا ہے۔ میں نے سمجھایا۔ پھر شرک کی بحث ختم کریں صرف زندہ یا مردہ پر گفتگو ہو سکتی ہے۔

جو لوگ مردہ سے مدد مانگنے کو شرک کہہ رہے ہیں کیا وہ زندہ سے مدد مانگنے کو شرک نہیں سمجھتے؟ اگر یہی شرط ہے کہ زندہ مدد کر سکتے ہیں تو پھر ہم ثابت کرتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء تو کجا عام مؤمنین بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ حکم یہ ہے کہ جب بھی ایک دوسرے کو ملو تو ''تحیہ'' کرو یعنی السلام علیکم کہو۔ سلام کہنا سنت ہے اور سلام کا

جواب دینا واجب ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا الخ

(پ ۵ س النساء آیت ۸۶)

ترجمہ: اور جب کوئی تمہیں کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ میں جواب کہو یا وہی کہہ دو۔

اسی لئے حکم ہے کہ جو کھانا کھا رہا ہے اور سو رہا ہے اسے سلام نہ بلاؤ کہ وہ جواب دینے سے قاصر ہے۔ ذرا غور کرو سوئے ہوئے کو سلام نہ بلاؤ کہ جواب نہیں دے سکتا لیکن جو مومنوں مٹی کے نیچے پڑے ہیں قبرستان جا کر انہیں کہو، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ ۔ (اے قبروں میں رہنے والو آپ پر سلام ہو۔ یہ عام مومنین کی زندگی کا ثبوت ہے۔ آخر پہ ایک حدیث پاک پیش کرتا ہوں اس پر غور کیجئے اس سے ساری گفتگو واضح اور ثابت ہو جائے گی۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا عَلٰی اَهْلِ اُحُدٍ صَلَاتَه عَلَی الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ اِنِّیْ وَاللّٰهِ اَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰنَ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِيْحَ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا ۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۷۹ باب الصلوٰۃ علی الشہید، مسند احمد، بیہقی، دار قطنی)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ ایک دن تشریف لے گئے اور اہلِ احد پر نمازِ جنازہ کی طرح نماز پڑھی پھر منبر کی طرف واپس ہوئے اور فرمایا میں تمہارا میرِ سامان ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور میں بخدا اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں یا زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں اور بخدا مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم لوگ میرے بعد شرک کرو گے لیکن

مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ان خزانوں کو دوسروں سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرو گے۔

صحیح بخاری باب کتاب الجنائز میں ذکر ہے کہ یہ جنازہ آٹھ سال بعد پڑھا۔ اس حدیثِ مبارکہ سے قبور پر حاضری بھی ثابت ہوتی ہے اور شرک کے امکان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کا کوئی عمل آج بھی شرکیہ نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں سے شرک کا صدور ہو ہی نہیں سکتا۔

فیصل اور ہمایوں کو اطمینانِ قلب نصیب ہو چکا تھا۔ ان کے چہرے شاداں وفرحاں محسوس ہو رہے تھے۔ آج انہیں حق کی روشنی مل چکی تھی اور وہ ایک غلط راستے کو اپنانے سے بال بال بچے تھے۔ لیکن اس اطمینان وسکون کی بارش میں ان کے چہروں پر پریشانی و بے اطمینانی کی دھوپ کے آثار بھی نمایاں تھے۔ میں نے بے قراری کی وجہ پوچھی۔ فیصل کہنے لگا۔ سر! آپ سے ہمارا ایک تعلق ہے۔ ہم نے تو آپ سے گفتگو کر لی اور آج یقین کی دولت لے کر جا رہے ہیں لیکن جن کو یہ سہولت میسر نہیں اور علماء کرام اپنی مصروفیات کی بنا پر انہیں اتنا گہرائی میں بتا نہیں سکتے۔ ان کی بے راہروی کی ذمہ داری کن پر عائد ہوگی؟

فیصل آپ صحیح کہتے ہیں۔ یہی المیہ ہے کہ ہم سب اپنی اپنی دنیاوی الجھنوں میں الجھے ہوئے ہیں اور نئی نسل دینی لحاظ سے شکوک وشبہات کی کتنی گہری کھائیوں میں غرق ہے۔ ہمیں اس کی فکر ہی نہیں۔ ہم تو لوگوں کو سید المرسلین ﷺ کے وہ فرامین بھی نہیں سنا سکے جن میں آپ ﷺ نے ممکنہ فتنوں کا ذکر فرمایا۔ بطور مثال ایک فرمانِ نبوی ﷺ پڑھ لیجئے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ سَيَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُّحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰی يَرْتَدَّ السَّهْمُ عَلٰی فُوْقِهٖ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ

وَالْخَلِيقَةِ طُوبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ يَدْعُونَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنَّا فِي شَيْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ اَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، مَا سِيْمَا هُمْ، قَالَ التَّحْلِيْقُ.

(مشکوۃ شریف باب قتل اھل الردۃ والسعاۃ بالفساد ص ۳۰۸)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں اختلاف وتفریق کا واقع ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ پس اس سلسلے میں ایک گروہ نکلے گا جس کی باتیں بظاہر دلفریب اور خوشنما ہوں گی لیکن کردار گمراہ کن اور خراب ہوگا۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر دین کی طرف واپس پلٹنا انہیں نصیب نہ ہوگا یہاں تک کہ تیر اپنے کمان کی طرف لوٹ آئے۔ وہ اپنی طبیعت وسرشت کے لحاظ سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی طرف بلائیں گے حالانکہ دین سے ان کا کچھ بھی تعلق نہ ہوگا۔ جو ان سے قتال کرے گا وہ اللہ کا مقرب ترین بندہ ہوگا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی ان کی پہچان کیا ہوگی یارسول اللہ ﷺ فرمایا سر منڈانا یا حلقہ بنانا۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی اور درجنوں احادیث موجود ہیں۔ حضور سید المرسلین ﷺ کی ظاہری حیاتِ اقدس میں بھی بعض لوگوں کو توحید کا دامن اتنا تنگ نظر آنے لگا کہ صفا ومروہ کی سعی کو بھی شرک سمجھنے لگے اس پر رب کائنات نے قرآن پاک میں وضاحت فرما کر تعظیم وعبادت کے درمیان ایک امتیازی لکیر کھینچ دی۔

☆ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (پ۲س بقرہ آیت ۱۵۸)

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں نشانیاں ہیں۔

☆ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ O

(پ۱۷س الحج آیت ۳۲)

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے پس بے شک یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔

ہر کام کو شرک سمجھنے کے فتنے نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں سر اٹھایا اور قرآن پاک کی آیت، اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (پ۱۲س یوسف آیت ۴۰)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں۔

کا غلط مفہوم بیان کرتے ہوئے ایک گروہ نے حضرت علی، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور فاتح مصر حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ کرام کو مشرک اور کافر قرار دے دیا۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے انہیں سمجھایا کہ اس آیت کا مطلب ہے کہ حقیقی حکم (ثالث) اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطاء سے اس کی نیابت کرتے ہوئے انسان حکم وثالث بن سکتے ہیں لیکن فتنہ باز اپنے غلط موقف پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مسلمانوں کو شہید کیا۔ اہلِ اسلام میں یہ فتنہ قیامت تک رہے گا کوئی نہ کوئی گروہ ایسا اٹھتا رہے گا جو صحیح العقیدہ مسلمانوں کو کافر ومشرک قرار دیتا رہے گا اور تعظیم ومحبت کے کاموں کو بھی شرک سمجھتا رہے گا۔ مخبرِ صادق آقائے دو عالم ﷺ خارجیوں کے بارے میں امتِ مسلمہ کو آگاہ کر چکے ہیں۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

(بخاری جلد ۲ باب قتل الخوارج ۱۰۲۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو مخلوقِ خدا میں بدترین مخلوق سمجھتے تھے کیونکہ انہوں نے یہ طریقہ بنا رکھا ہے کہ جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں انہیں مومنوں پر چسپاں کر دیا۔

اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان سے اپنی نئی نسل کو محفوظ و مامون رکھنے کے لئے کیا اقدام اٹھاتے ہیں اور ان دلائل و براہین کو جو آیات واحادیث میں موجود ہیں، ان کی ترویج کے لئے کتنے مستعد ہوتے ہیں تاکہ حق کی روشنی گھر گھر جلوہ گر

ہواور ہر ذہن وقلب عقیدت ومحبت کی دولت سے مالا مال ہوتا کہ آیات واحادیث کی غلط تعبیر وتشریح کرنے والا کوئی فتنہ باز کامیاب نہ ہوسکے۔ یہ بات فیصل، ہمایوں اور ہم سب کے سوچنے کی متقاضی ہے۔

آیئے مستعد ہوجائیں، پڑھیں، مطالعہ وتحقیق کریں اوراس فتنہ کا قلع قمع کر دیں۔

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے!
سونے والو! جاگتے رہنا چوروں کی رکھوالی ہے

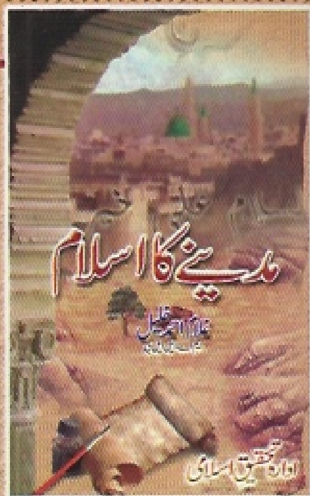
گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا پر ناقابلِ تردید ایک مدلل تحریر

قَھرُ رَبِّ الاَعلٰی
عَلٰی
مَنْ سَبَّ الْمُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

مجاہدِ اہلسنت اسیرِ تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ
حضرت علامہ مولانا
مجاھد عبدالرسول خان دامت برکاتھم العالیہ
(ڈویژنل کنوینر سنی تحریک لاہور)

ناشر
سُنّی تحریک



ضروری گزارش!

ادارہ تحقیقِ اسلامی ایک پُر وقار اشاعتی اور تبلیغی ادارہ ہے جس کا مقصد عامۃ الناس میں حقائق و معرفت کے پھول تقسیم کرنا ہے تا کہ اُن کی مہک سے بھٹکے ہوئے اور بے خبر لوگوں پر سیدھا راستہ واضح ہو جائے۔

☆ آپ ہماری مطبوعات چھپوانے میں مالی معاونت کر سکتے ہیں۔

☆ خرید کر مفت تقسیم کر سکتے ہیں۔

☆ پیشگی رابطہ کر کے کتاب یا پمفلٹ خود چھپوا کر تقسیم کر سکتے ہیں۔

☆ کسی رسالے میں چھاپ سکتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کی محافل میں کتب و رسائل کی تقسیم کیا کریں۔

ادارہ تحقیقِ اسلامی

جامعہ المرکز الاسلامی والٹن لاہور 042-6665682